فکرونظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۲، ۴۳   شمارہ: ۴، ۱

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خدماتِ حدیث

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی ☆

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اسم گرامی برصغیر پاک و ہند کے اہل علم بلکہ عوام کیلئے بھی محتاج تعارف نہیں[۱] کیونکہ آپ صرف ایک عالم، مفسر اور محدث ومتکلم ہی نہیں بلکہ ایک شعلہ بیان مقرر اور تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں شامل تھے۔ پاکستان کا پرچم سب سے پہلے آپ ہی نے لہرایا۔[۲]

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۵ء ضلع بجنور میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن اپنے زمانہ کے فاضل ، اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے ۔ پنشن لینے کے بعد وہ دیوبند میں مقیم ہوئے (مولانا عثمانیؒ کا اصل وطن دیوبند ہی تھا اور اس شہر کے معزز عثمانیؒ خاندان سے آپ کا تعلق تھا ۔ بجنور میں آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد محترم بسلسلہ ملازمت وہاں تعینات تھے)۔ دیوبند میں دارالعلوم کے قیام و استحکام میں مولانا محمد قاسم کے ساتھ برابر کے شریک تھے ۔ ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۲۵ھ تک انہوں نے بیالیس سال تک دارالعلوم کی خدمات انجام دیں۔[۳] علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا جو بعد ازاں شبیر احمد غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہو گا اور یہی نام مشہور ہوا ۔ ۱۳۱۲ھ یعنی سات سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم دیوبندی کے سامنے بسم اللہ ہوئی اور اردو کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ / ۱۹۰۸ء میں دورہ حدیث کے تمام طلباء میں اول رہ کر فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم ہی میں درس دیتے رہے بعد ازاں مدرسہ فتح پوری، دہلی میں صدر مدرس بن کر تشریف لے گئے۔ ۱۱ ذیقعد ۱۳۲۳ھ کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے ۔ تاہم آپ کی اولاد کوئی نہ تھی۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ نے اپنا مکان وغیرہ فروخت کر کے حج کیا اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمیعۃ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں ۱۳۴۸ھ میں آپ جامعہ ڈابھیل ضلع سورت تشریف لے گئے ۱۳۵۴/ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے ۱۹۴۴ء میں دیوبند سے الگ ہو کر پھر ڈابھیل والوں کی دعوت پر وہاں کچھ عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں ۔ بیماری کی وجہ سے پھر دیوبند آ

☆ صدر، سیرت چیئر، شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

DMHL

کر مقیم ہو گئے۔(۴) جمیعۃ العلماء اسلام کے صدر کی حیثیت سے آپ نے ملک بھر کے دورے کئے۔ پاکستان بننے پر ۶/ اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصہ لینے کیلئے کراچی تشریف لائے ۔ قائداعظمؒ آپ کی شخصیت اور خدمات کے اس قدر معترف تھے کہ انہوں نے چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں پاکستان کی پرچم کشائی کیلئے مولانا عثمانیؒ کا انتخاب کیا ۔ آپ نے تلاوت کلام پاک اور مختصر تقریر کے بعد آزاد پاکستان کا پرچم لہرایا تو پاکستان کی افواج نے پرچم کو سلامی دی۔ صدیوں بعد برصغیر پاک و ہند میں اسلامی شوکت و سطوت کا پرچم لہرایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے ایک ممتاز عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو نوازا (۵) قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی میں ہی مقیم ہو گئے۔

سانحہء انتقال:

۸۔ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ریاست بہاولپور کے وزیر اعظم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ بہاولپور) بہاولپور کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے ’’بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہیں طبیعت ناساز ہوئی اور اسی علالت میں ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء / ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بروز منگل صبح ۱۱ بجکر چالیس منٹ پر چونسٹھ سال ایک ماہ بارہ یوم کی عمر میں یہ آفتاب علم وفضل ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا ۔ میت بغداد الجدید، بہاولپور سے کراچی پہنچائی گئی جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے نمازہ جنازہ میں شرکت کی اور ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء کو کراچی میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔(۶)

معروف اساتذہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یوں تو کئی اساتذہ سے اکتساب فیض کیا لیکن ان میں آپ کے سب سے بڑے استاذ اور مربی شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا تھے۔ منطق و فلسفہ میں آپ مولانا غلام رسول سرحدی کے شاگرد تھے جن کا شمار دارالعلوم دیوبند کے اعلیٰ مدرسین میں ہوتا تھا ۔ ان کے علاوہ حکیم محمد حسن اور اور مولانا محمد یٰسین شیر کوٹی بھی آپ کے ساتذہ میں سے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی خصوصی طور پر آپ کے بڑے مداح تھے ۔ مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ ’’مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا محمد قاسم مرحوم کی تصانیف کی طرف توجہ دیتے ہوئے مولانا سید مرتضیٰ حسن سے کہا کہ مولوی شبیر احمد عثمانیؒ کو چونکہ مولانا محمد قاسم مرحوم کی کتابوں سے ایک خاص مناسبت ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اپنا عمامہ میں ان کو دوں آپ اس امر کا اعلان فرمائیں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا کی اس قدر افزائی کا اعلان فرمایا اس کے بعد حضرت سلطان العلماء (مولانا محمود

حسن صاحب) سے اجازت لے کر مولانا اشرف علی صاحب نے اپنا عمامہ مولوی شبیر احمد صاحب کے سر پر رکھا''۔(۷)

مولانا تھانوی روحانی اور علمی سطح پر اپنا جو مقام رکھتے تھے اس کے حوالے سے ان کا مولانا عثمانیؒ کے سر پر اپنا عمامہ رکھنا بہت بڑا روحانی اور علمی اعزاز ہے ۔ اس طرح گویا آپ کو مولانا تھانوی سے بھی خصوصی فیض حاصل ہوا ۔

معروف تلامذہ:

آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، سید مناظر احسن گیلانی ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوھارویؒ، قاری محمد طیب ، مولانا اظہر علی سلہٹی ، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۸)

تصانیف:

اگرچہ مولانا عثمانیؒ کی تصانیف میں تفسیر عثمانیؒ خاص اہمیت کی حامل ہے اور بہت معروف بھی مگر حدیث میں ''فتح الملہم'' (شرح صحیح مسلم) اور ''فضل الباری'' (شرح صحیح بخاری) مقالے کا خصوصی موضوع ہوں گی۔تفسیر اور حدیث کی ان گرانقدر تصانیف کے علاوہ تالیفات عثمانیؒ (مجموعہ مقالات جس میں گیارہ مقالات شامل ہیں) اور مختلف رسائل و جرائد میں شامل مضامین و مقالات بھی قابل ذکر ہیں۔(۹) خطبات اور مکتوبات ان کے علاوہ ہیں۔(۱۰)

علامہ عثمانیؒ اور خدمات حدیث:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک ایسی جامع الصفات اور ہمہ جہت شخصیت تھے کہ آپ کو مفسر، متکلم ، محدث، مدرس، مصنف، محقق سبھی القاب سے نوازا گیا اور بلاشبہ آپ ہر میدان کے شہ سوار تھے صرف تصنیف و تالیف اور درس و تدریس ہی نہیں۔ میدان سیاست و قیادت اور خطابت میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔(۱۱) تاہم علم حدیث سے آپ کو جو خصوصی نسبت تھی اس کا شاہکار آپ کی شروح مسلم و بخاری ہیں۔ تاہم آپ کی ان گرانقدر تصانیف کا تذکرہ کرنے سے پہلے علم حدیث سے آپ کی نسبت اور تدریسی خدمات کا تذکرہ لاحاصل نہ ہوگا۔

علم حدیث سے خصوصی نسبت اور رغبت:

علامہ عثمانیؒ کو غالباً دوران تعلیم ہی علم حدیث سے خصوصی نسبت ہو گئی تھی۔ آپ کی تعلیم کا آخری سال جسے دورہ حدیث کا سال کہا جاتا ہے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ آپ نے اس سال درجہ حدیث میں تمام طلباء میں پہلی پوزیشن حاصل کی ۔ نیز آپ نے طالب علمی کے دوران حدیث کی جن کتابوں کا مطالعہ کیا ۔ ان میں بخاری شریف ۔مسلم شریف ۔سنن ابی داؤ ۔ ابن ماجہ ۔ ترمذی۔ موطا امام مالک، موطا امام محمد۔ نسائی اور شمائل ترمذی شامل ہیں ۔ حدیث میں آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے شاگرد ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔ خود مولانا محمود الحسنؒ نے حدیث مولانا محمد قاسمؒ سے اور انہوں نے شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھی ۔ تاآنکہ یہ سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہؒ تک پہنچ جاتا ہے۔[۱۲]

تدریس حدیث:

علامہ عثمانیؒ نے ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۲۶ء میں دارالعلوم دیوبند ہی میں تعلیم دینا شروع کی اور غالباً اسی سال مدرسہ فتح پوری، دہلی میں صدر مدرس ہو کر چلے گئے اور ۱۳۲۸ھ میں واپس دیوبند بلا لئے گئے ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس دوران بھی آپ کی زیادہ تر وابستگی درس حدیث سے رہی ہو گی۔[۱۳] تاہم شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۳۳۳ ھ میں جب حج کے لئے روانہ ہوئے (اور اسی سفر میں گرفتار ہو کر اسیر مالٹا بھی رہے بعد ازاں ۱۳۳۸ھ میں واپس آئے اور صرف ایک سال بعد ہی ربیع الاول ۱۳۳۹ ھ/ ۱۹۲۰ء میں انتقال فرما گئے) تو مولانا عثمانیؒ ان کی عدم موجودگی میں مسلم شریف پڑھاتے رہے اور شیخ الہندؒ کے انتقال کے بعد ۱۳۴۴ ھ تک دارالعلوم دیوبند میں درس مسلم کا یہ سلسلہ جاری رہا ۔ بعد ازاں ڈابھیل میں بھی پہلے مسلم شریف اور پھر علامہ انور شاہ کشمیری کے انتقال کے بعد جب آپ صدر مدرس مقرر ہوئے تو تدریس بخاری کا سلسلہ بھی آپ سے متعلق ہو گیا ۔ مولانا محمد یحیٰ صدیقی متبنیٰ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ”شاہ صاحب کی جگہ پر تدریس بخاری کی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہ تھی ۔ علامہ عثمانیؒ کی تدریسی زندگی کا یہ دور ایسا تھا کہ اس کو مشکلات بخاری کے حل اور علوم و معارف کے بیان کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ درس بخاری کے پہلے ہی سال حضرت ممدوح نے ایک فاضل تلمیذ کو اہتمام کے ساتھ تقریر بخاری کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرمایا اور پھر سالہا سال تک تقاریر بخاری کے ان منضبط شدہ مضامین پر نظرثانی فرماتے رہے“۔[۱۴] آپ کی یہ تقاریر اب فضل الباری کے نام سے طبع ہو چکی ہیں جس کا

تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات پر ہو گا ۔

شروح حدیث:

برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی اشاعت و حفاظت میں اس خطے کے علماء کرام نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے ۔ صحاح ستہ کے عربی میں متعدد حواشی اور ان پر تقاریر کے علاوہ مستقل شروح کتب حدیث علماء ہند و پاک کا امتیاز ہے یہاں تک کہ علامہ رشید رضا مصری کو مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ لکھنا پڑا۔

ولو لا عنایۃ اخواننا علماء الهند بعلوم الحدیث فی هٰذهِ العصر لقضی علیها بالزّوال

''اگر ہمارے برادران علماء ہندوستان نے اس زمانہ میں علوم حدیث پر توجہ نہ کی ہوتی تو اس علم کے زوال کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔''(۱۵)

ہندو پاک کے انہی اہل علم میں ایک منور و درخشاں نام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ہے ۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ بخاری اور مسلم دونوں پر آپ کی شروح نے قبول عام حاصل کیا اور اہل علم نے دونوں کتب کو خراج تحسین پیش کیا ۔ اب ہم دونوں پر الگ الگ گفتگو کریں گے۔

فتح الملہم شرح مسلم (عربی)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو جس کتاب نے محدث کی حیثیت سے عالم اسلام میں متعارف کرایا وہ صحیح مسلم شریف کی یہی شرح بعنوان 'فتح الملہم' ہے۔ اگرچہ تفسیر عثمانیؒ کے قبول عام کی وجہ سے زیادہ تر آپ کی شہرت بطور مفسر ہے۔ مگر حقیقتاً آپ کی مناسبت طبع اور رغبت حدیث نیز خدمات حدیث کی وجہ سے مفسر سے بھی بڑھ کر جو لقب آپ کو زیب دیتا ہے وہ محدث برصغیر ہے آپ کے سوانح نگاروں اور معتقدین نے آپ کو ''محدث پاکباز'' اور ''محدث یگانہ'' کے القاب سے بھی نوازا ہے(۱۶) بلاشبہ فتح الملہم ہی وہ کتاب تھی جس سے علم حدیث میں آپ کے مقام و مرتبہ کا تعین ہوا اور عرب و عجم کے مشاہیر اور بڑے بڑے علماء نے اس کے اوصاف و محاسن کا اعتراف کیا یوں تو کتب احادیث خاص طور پر صحاح ستہ کی شروح مختلف ادوار میں لکھی جاتی رہیں ان میں صحیح مسلم کی شروح بھی بعض مشاہیر نے لکھیں لیکن جامعیت کی حامل کوئی شرح منصۂ شہود پر نہیں آئی تھی۔ فتح الملہم سے پہلے لکھی گئی ساری شروح صرف کئی خاص جہت کا احاطہ کرتی ہیں مثلاً بعض شارحین نے صحیح مسلم سے متعلق مستخرجات کو جمع کیا اور بعض کے صرف رجال پر تحقیق کی اور بعض نے اس کی سند اور متن پر تبصرہ کرنے والوں کا تذکرہ کیا البتہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ اور ان کے بعد ابوعبداللہ محمد بن محمد السنوسی

کی شروح پہلی شروح سے قدرے زیادہ مفصل اور جامع تحقیق تاہم عالم اسلام کے نامور اسکالر علامہ زاہد الکوثری(۱۷) کے بقول:

''سچ تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی شرح ایسی ثابت نہیں ہوئی جو تمام اطراف و جوانب سے صحیح مسلم کی وضاحت اور شرح کا حق ادا کر سکے''(۱۸)

تاہم جب علامہ زاہد الکوثری نے فتح الملہم کو پڑھا تو علامہ عثمانیؒ کو خط لکھ کر مبارکباد پیش کی بعد ازاں رسالہ ''الاسلام'' (قاہرہ مصر) میں تقریظ بھی لکھی جو بہت شرح و بسط سے تحریر کی گئی ۔ تاہم خط کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح الملہم شرح مسلم کو پا کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور جس قدر میں اس کتاب کو پڑھتا گیا میرے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ مولانا آپ، حق یہ ہے کہ اس دور میں فخر حنفیہ ہیں''۔(۱۹)

فتح الملہم کا ایک خاص اعزاز یہ ہے کہ فقہ حنفی میں مسلم شریف کی یہ پہلی شرح ہے۔ اس سے پہلے احناف میں سے مسلم شریف کی شرح کسی نے نہ لکھی تھی اسی لئے مولانا عبدالماجد دریا بادی فرماتے ہیں ''بخاری کی شرح تو 'عمدۃ القاری' کے نام سے علامہ عینی حنفی مدت ہوئی لکھ چکے تھے لیکن صحیح مسلم کا قرضہ احناف پر صدیوں سے چلا آ رہا تھا ۔ مولانا ہی کی ذات تھی کہ فتح الملہم کے نام سے مبسوط و مستند شرح لکھ کر دنیائے حنفیت سے فرض کفایہ ادا کر دیا''(۲۰)

کچھ ایسے ہی الفاظ میں سید سلیمان ندوی نے لکھا کہ ''صحیح مسلم کی شرح لکھنے کا خیال ان کو اپنی نوجوانی کے عہد سے تھا ۔ صحیح بخاری کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدر الدین عینی نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کر دیا تھا مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی اس کے لئے مرحوم نے اپنے دست و بازو کو آزمایا''۔(۲۱)

فتح الملہم شرح مسلم علامہ عثمانیؒ نے کب لکھنا شروع کی اس کیلئے کوئی خاص ماہ یا سن تو متعین کرنا مشکل ہے ۔ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ درس مسلم کے ابتدائی دور ہی سے آپ نے لکھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ غالباً ۱۷ ۔ ۱۹۱۶ء سے کافی پہلے آپ نے یہ کام شروع کر دیا ہو گا ۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

> ''مجھے خیال آتا ہے کہ مرحوم ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انجمن اسلامیہ اعظم گڑھ آئے اور شبلی منزل میں میرے ہی پاس ٹھہرے ۔ اس وقت ان کی شرح مسلم کے کچھ اجزاء ان کے پاس تھے ۔ جن میں قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ اختلافی مسائل پر مباحث تھے جن کو جا

بجا سے مجھے سنایا''۔ (۲۲)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ مرحوم نے اس کام کا آغاز ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ کیا ہوگا۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہ کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہو گی لیکن تقسیم ہند اور مولانا کی عملی سیاست میں بھر پور شرکت کی وجہ سے یہ کا م مکمل نہ ہو سکا ۔ پاکستان بنا اور آپ یہاں مستقل مقیم ہو گئے تو مسلسل علالت کی وجہ سے بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ رک سا گیا اور زندگی نے بھی زیادہ دیر وفا نہ کی۔ چنانچہ صرف تین جلدیں مکمل ہوسکیں ۔ پہلی ۱۳۵۲ ھ / ۱۹۳۳ء، دوسری ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء اور تیسری ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۹ء کو زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ۔ پہلی دو جلدیں مدینہ پریس، بجنور سے طبع ہوئیں اور تیسری مولانا عماد الدین شیر کوٹی کے اہتمام سے ناندہ پریس، جالندھر میں طبع ہوئی۔ جلد اول میں ایک مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے جس میں اصول حدیث، تدوین حدیث و مصطلحات اور اقسام حدیث و دیگر متعلقات پر نہایت عمدہ بحثیں کی گئی ہیں۔ آپ نے مسلم کے مقدمہ کی بھی شرح لکھی ہے اسوقت میرے سامنے مکتبہ دارالعلوم کراچی کی شائع کردہ ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء کی جلد اول ہے۔ یہ بڑے سائز کے ۶۸۲ صفحات پر منتقل ہے جن میں ۲۹۶ صفحات کا مقدمہ ، ۱۲۰ صفحات کا مقدمہ مسلم کی شرح اور بقیہ صفحات پر کتاب الایمان کی شرح ہے ۔ تین جلدوں کا کل کام کتاب النکاح و الطلاق تک ہے۔ جبکہ اس سے آ گے کا کام جسٹس مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے چھ جلدوں پر مشتمل تکملہ لکھ کر انجام دیا۔ اس تکملہ کے بارے میں مفتی محمد رفیع عثمانیؒ لکھتے ہیں ۔

''یہ تکملہ اس لحاظ سے موجودہ تمام شروح حدیث میں ایک خاص امتیاز یہ رکھتا ہے کہ اس میں پچھلی تمام شروح کے اہم مباحث کو نہایت انضباط اور اختصار وجامعیت کے ساتھ مرتب کرنے کے علاوہ موجودہ زمانے کے جدید مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو دوسری شروح میں کہیں دستیاب نہیں ہوتی۔ خصوصاً اقتصادی اور مالیاتی مسائل جو اس زمانے کے پیدا کردہ ہیں۔ ان پر خوب تحقیقی مباحث اس میں آ گئے ہیں۔''(۲۳)

تکملہ کے بارے میں پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن کاشمیری فرماتے ہیں۔

''تکملہ کے ممیّزات و خصوصیات کے بارے میں مصنف (جسٹس تقی عثمانیؒ) کا نام ہی بڑی ضمانت ہے۔ اگرچہ ہر مصنف کا اپنا ذوق، مطمحِ نظر اور طرز تحریر مختلف ہوتا ہے اور ساتھ ہی زمانے کے تقاضے بھی مختلف ہوتے ہیں نیز کتاب کے اجزاء، موضوع اور مضمون کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود فتح الملہم اور اس کے تکملہ میں کافی مماثلت و یگانگت نظر آتی ہے۔ البتہ بعض

اعتبار سے دونوں اجزاء میں قدرے تغایر کا واقع ہونا بالکل فطری بات ہے‘‘۔[۲۴]

دونوں فاضل محققین کی آراء سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تکملہ کا انداز اور معیار بھی وہی ہے جو فتح الملہم کا ہے۔ بس اگر کچھ فرق ہے تو صرف عصری تقاضوں اور موضوعات کا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

فتح الملہم کی خصوصیات پر لکھنے کیلئے ایک مکمل مضمون کی گنجائش ہے۔ اس لئے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ صرف علامہ انور شاہ کاشمیری کی بیان کردہ خصوصیات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے علامہ انور شاہؒ کے نام نامی سے ایک سند کی حیثیت حاصل ہے ۔ آپ لکھتے ہیں ۔

۱۔ حدیث کے وہ مشکل مقامات جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات ، صفات اور دوسرے خدائی افعال سے ہے یا وہ دقیق حقیقتیں جو انسانی عقلوں سے بلند ہیں مگر حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ان کی وضاحت اس شرح میں کی گئی ہے۔

۲۔ ہر مسئلہ اور مضمون میں علماء کرام کے عمدہ اور منتخب اقوال کو نقل کیا گیا ہے ۔

۳۔ دقیق اور مشکل مسائل کو ایسی مثالوں اور نظائر سے سمجھایا گیا ہے جن سے بہتر کوئی اور نہیں ہو سکتیں۔

۴۔ چاروں ائمہ کے اقوال معتمد علیہ کتب سے پیش کئے گئے ہیں ۔

۵۔اختلافی مسائل میں مذہب حنفیہ کو نہایت انصاف اور احتیاط سے پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ ہر باب سے متعلق بزرگ صوفیاء کرام اور عارفین عظام کے دوسرے نکات جو شیخ اکبر کی فتوحات اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ سے مل سکے ہیں نقل کئے گئے ہیں۔

۷۔ موجودہ نئ روشنی کے لوگوں کے شبہات کو جو یورپ کی تقلید میں اطمیان قلب کھو چکے ہیں ۔ رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ ایک باب سے متعلق مختلف کتب میں جو احادیث موجود ہیں حتی الامکان انہیں یکجا کر دیا گیا ہے۔

۹۔ احادیث کی تطبیق میں تا بمقدور کوشش کی گئی ہے تا کہ تعارض نہ رہے۔

۱۰۔ بنیادی ماخذ سے نقول کا موازنہ کر کے اس کتاب کے شایان شان خدمت کی گئی ہے۔ (تقریظ

فتح الملہم)

اس تعریف کے آغاز میں مولانا انور شاہ نے غالبًا انہی اوصاف و محاسن کی بناء پر یہ تحریر فرمایا کہ : ''احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (صحیح مسلم) کی خدمت ان (علامہ عثمانیؒ) سے زیادہ بہتر او ر برتر نہ کر سکا اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہل علم پر احسان کیا ہے ۔ انہوں نے ایسی شرح لکھی ہے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی''۔(۲۵)

کہا جاتا ہے کہ خود شارح یعنی علامہ عثمانیؒ نے بھی فتح الملہم کی خصوصیات کے بارے میں کچھ نکات لکھے ہیں تاہم یہ بات ثابت نہیں کہ یہ ناشر کی طرف سے ہیں یا شارح کی طرف سے ۔ البتہ پروفیسر شیر کوٹی کا موقف یہ ہے کہ ''میرا یقین ہے کہ ناشر نے یہ خصوصیات حضرت شارح کی بیان کردہ ہی تحریر کی ہیں۔''(۲۶)

فتح الملہم کو کم و بیش تمام اہل علم نے زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے اس ضمن میں ایک زبردست اور دلچسپ بات جسٹس محمد تقی عثمانیؒ نے تحریر کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت والد صاحب (مفتی محمد شفیع) نے ہی سنایا کہ جب حضرت عثمانیؒ نے صحیح مسلم پر اپنی شہرہ آفاق شرح ، فتح الملہم تالیف فرمائی تو اس کا مسودہ حرمین شریفین لے کر گئے تھے وہاں روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کی اور پھر روضہ اقدس پر بھی اور حرم مکہ میں ملتزم پر بھی مسودہ سر پر رکھ کر دعا کی تھی کہ:

''یہ مسودہ احقر نے بے سر و سامانی کے عالم میں مرتب کیا ہے، یا اللہ! اس کو قبول فرما لیجیے اور اس کی اشاعت کا انتظام فرما دیجیے''۔

اس کے بعد جب حرمین شریفین سے واپس آئے تو نظام حیدر آباد کی طرف سے پیشکش کی گئی کہ ہم اس کتاب کو اپنے اہتمام سے شائع کرائیں گے۔ چنانچہ وہ نظام حیدر آباد ہی کے مصارف پر بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوئی اور اس نے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوالیا''۔(۲۷)

فتح الملہم کی شان، طباعت و اشاعت کا پس منظر ، علامہ مرحوم کا اخلاص اور علم حدیث میں آپ کی مہارت اور طبعی مناسبت یہ سب باتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں، اس کے اوصاف و خصائص پر بھی اجمالی تذکرہ درج کر دیا گیا ہے۔ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے اور اس کتاب پر الگ سے مضمون لکھنے کی گنجائش ہو تو مزید اوصاف ، خصوصیات و ممیّزات بھی احاطۂ تحریر میں لائے جا سکتے ہیں ۔

اب ہم علامہ صاحب کی دوسری شرح حدیث فضل الباری کا جائزہ پیش کرتے ہیں ۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری (اُردو)

تدریس حدیث کے ذیل میں یہ بات تحریر کر دی گئی تھی کہ جامعہ ڈابھیل ضلع سورت میں علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کے انتقال کے بعد درس بخاری کی ذمہ داری بھی آپ کو تفویض کر دی گئی تھی۔ چنانچہ درس بخاری کے پہلے ہی سال حضرت علامہؒ سے اپنے ایک شاگرد رشید کو (غالباً یہ ذمہ داری بدلتی رہی اور کئی شاگرد باری باری یہ سعادت حاصل کرتے رہے) اہتمام کے ساتھ تقریر بخاری کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرمایا ۔ بعد ازاں سالہا سال تک تقاریر بخاری کے ان منضبط شدہ مضامین پر نظرثانی فرماتے رہے اور ترمیم و اضافہ کے ساتھ تکمیل مضامین کیلئے مراجعت کتب کی ہدایات لکھتے گئے اور مراجعت کی ہدایت کے ساتھ بعض مقامات پر متعلقہ کتاب کے باب کی نشاندہی بھی فرما دی۔[۲۸]

علامہ عثمانیؒ مرحوم نے بخاری کی اس شرح کو غالباً اپنے رفیق محترم علامہ انور شاہ کاشمیری کی خواہش پر ہی شروع کیا تھا ۔ مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں ۔

''مولانا محمد انور شاہؒ کی آرزو تھی کہ جس طرح مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قرآن کریم کے فوائد اردو میں لکھے ہیں اسی طرح بخاری شریف کے فوائد بھی اردو زبان میں ان کے قلم سے امت کے سامنے آئیں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب تدریس بخاری کے زمانے میں جو علوم و معارف بیان فرماتے تھے اور جس طرح مشکلات بخاری کو فصیح و بلیغ اور شگفتہ زبان میں حل فرماتے تھے یہ ان ہی کا حصہ تھا بلا مبالغہ اس خصوصیت میں ان کی نظیر نہیں تھی ۔''[۲۹]

علامہ عثمانیؒ مرحوم نے درس بخاری کے یہ لیکچرز تحریر تو کروا دیئے لیکن آپ کی زندگی میں یہ طبع ہو کر منظر عام پر نہ آسکے۔ اس کی کیا وجہ تھی اس بارے میں بھی آپ کے متبنیٰ و داماد مولانا محمد یحییٰ صدیقی لکھتے ہیں:

''مسودات کے حواشی پر مولانا مرحوم نے اپنے قلم سے کچھ ہدایات تحریر فرمائی تھیں ۔ بحث و استدلال کی تشنگی ، کسی روایت پر شارحین حدیث میں سے کسی کی وضاحت اقوال مفسرین ، ماہرین علوم نبوت مثلاً شیخ اکبرؒ ، امام غزالیؒ ، ابن تیمیہ ، ابن قیم ، اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہم کے علمی ذخائر سے رفع ہو سکتی تھی تو علامہ مرحوم نے اس سلسلہ میں مختلف علوم کی کتب کے حوالہ جات کی ہدایت فرمائی ۔ گویا اس منضبط شدہ تقریر کی تکمیل ان حوالہ جات پر موقوف قرار دی اب ان حوالوں کا

کھوج لگانا اور عربی عبارتوں کے مضامین کو اردو میں منتقل کرنا اور پوری صحیح بخاری پر اس خدمت کو انجام دنیا آسان کام نہ تھا۔''(۳۰)

بہرحال شدید محنت اور عرق ریزی کے بعد ۱۹۷۳ء میں یہ شرح بعنوان فضل الباری جلد اول منظرعام پر آئی اور ۱۹۷۵ء میں جلد ثانی بھی زیور طبع سے آراستہ ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی جلد اول کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا ۔ منصوبہ یہ تھا کہ اس عظیم الشان کتاب کی تکمیل بارہ جلدوں میں ہو گی ۔ جلد اول کتاب الوحی سے کتاب العلم کے باب نمبر۴۹ اور حدیث نمبر ۶۵ پر ختم ہوتی ہے جبکہ جلد ثانی باب نمبر ۵۰ اور حدیث نمبر ٦٦ سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام باب نمبر ۲۴۰ اور حدیث نمبر ۳۳۸ پر ہوتا ہے۔ اس جلد میں کتاب العلم ، کتاب الوضوء ، کتاب الغسل ، کتاب الحیض اور کتاب التیمم کے ابواب اور ان کی تشریحات ہیں۔ جلد ثانی کی ابتداء کتاب الصلوٰۃ سے ہونی تھی مگر نامعلوم وجوہات کی بناء پر یہ کام ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑہ مولانا قاضی عبدالرحمٰن(۳۱) نے اٹھایا تھا۔ انہوں نے نہایت اخلاص ، محنت اور جانفشانی سے پہلی دو جلدوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ۔ یہی دو جلدیں ہی اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس شرح بخاری کے بارے میں علماء کی آراء پیش خدمت ہیں، کتاب کے مرتب مولانا قاضی عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''جن علمی افادات کی نسبت حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف ہو ان کی اہمیت کیلئے حضرت موصوف کا اسم گرامی ہی بہت بڑی ضمانت ہے...... شیخ الاسلام کے ان علمی افادات کی امتیازی شان یہ ہے کہ ان سے مخالفین اسلام کی پیدا کردہ غلط فہمیاں بڑے مضبوط عقلی ونقلی دلائل سے ختم کی گئی ہیں اور مستند حوالوں اور عقلی شواہد سے ملحدین کی غلط بیانیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے ۔ ان علمی جواہر کی ہر سطر سطوت وعظمت کی آئینہ دار ہے''۔(۳۲)

مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :

''بلاشبہ علمی حلقوں کیلئے یہ ایک غیر معمولی مژدہ اور بشارت عظمیٰ ہے کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی شرح و توضیح اپنے وقت کے ایک جلیل القدر مفکر، ذکی، بے بدل اور بے مثال جید عالم دین کے قلب و دماغ کے راستہ سے ہو کر امت کے سامنے آ رہی ہے۔ اس لئے اس شرح بخاری کے مقبول و مستند ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ اس کا استناد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی بلند پایہ ہستی کی طرف ہے،،(۳۳)

مولانا ماہر القادری منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

یہ شرح و بیاں اور یہ ابواب و تراجم	اللہ رے ! ہر نکتہ غامض کی وضاحت
کیا سادہ و پرکار ہے انداز نگارش	لفظوں میں سموئی ہوئی اردو کی سلاست
سب جس کو سمجھ جائیں وہ آسان حواشی	اجمال کی تفصیل ہے معنی کی صراحت
ابواب کی تہذیب، مضامین کی ترتیب	شارح کی بصیرت ہے، مرتب کی ذہانت
ہر صفحہ قرطاس ہے فردوس معانی	ایک ایک ورق ضابط رشد و ہدایت (۳۴)

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ:

''اردو زبان میں صحیح بخاری کے علوم و معارف پر پہلی گرانمایہ جواہرات سے معمور تقریر ہے،،(۳۵)

مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں :

''شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ کی اس تقریر بخاری کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے کیونکہ موصوف کا اسم گرامی ہی اس کے مقام بلند کی کافی ضمانت ہے...... یہ تقریر بخاری اردو زبان میں صحیح بخاری کی بے نظیر شرح ہے اور اس میں بعض مضامین تو ایسے آ گئے ہیں جو اس حسن بیان اور جودت ترتیب کے ساتھ عربی زبان میں بھی نہیں ملتے،،(۳۶) معروف اسکالر عبداللہ عباس ندوی لکھتے ہیں کہ:

''اس کتاب (فضل الباری) کے ذریعے دینیات کی سب سے چوٹی کی عظیم المرتب کتاب کی شرح اس اسلوب سے اردو میں آ گئی ہے جو اسلوب ابتک صرف عربی زبان کیلئے مخصوص تھا عام مسلمانوں کو اس سے اندازہ ہو گا کہ علماء محققین کا درس کتنی وسعت وشمولیت اور دقت نظر کا حامل ہوتا ہے۔،،(۳۷)

علماء محققین کی درج بالا آراء سے فضل الباری کی اہمیت و جامعیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ تاہم چند خصوصیات کا تذکرہ کر دینا مناسب ہو گا ۔ پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی نے فضل الباری جلد اول کی تقریظ میں تمامتر وہی اوصاف تحریر کر دیئے ہیں جو فتح الملہم کی تقریظ میں درج ہیں ۔ حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ فتح الملہم علامہ عثمانیؒ کی خود تحریر کردہ شرح ہے جبکہ فضل الباری آپ کے لیکچرز ہیں۔ تحریر اور تقریر دونوں ایک جیسے نہیں ہوا کرتے ۔ پھر فتح الملہم عربی میں ہے جبکہ فضل الباری اردو میں ۔ عربی کا اپنا مخصوص مزاج اور اسلوب نگارش ہے جبکہ اردو کا مزاج کچھ اور ہے۔ پھر

دونوں کتابوں یعنی بخاری اور مسلم کا بھی اپنا اپنا مزاج ہے۔ دونوں کے مؤلف الگ الگ ہیں اس لئے فتح الملہم اور فضل الباری میں بھی اوصاف وخصوصیات تحریر کرتے ہوئے دونوں کو الگ الگ پرکھنا ہو گا نیز فتح الملہم کے سلسلے میں علامہ زاہد الکوثری علامہ انور شاہؒ اور خود شارح علامہ عثمانیؒ نے خود بھی بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ مگر فضل الباری کے سلسلے میں سوائے چند تقاریظ اور تبصروں کے اور کوئی مواد دستیاب نہیں نیز عجیب بات یہ ہے کہ یہ تمام تقاریظ اور تبصرے بالکل ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں اس لئے فضل الباری کی خصوصیات کو پرکھنے اور ان پر تبصرہ کرنے کیلئے ایک الگ مضمون کی گنجائش تاحال موجود ہے اور یہ کام کسی ایسی شخصیت کی راہ دیکھ رہا ہے جسے خود علم حدیث ، مزاج بخاری ، مترجم بخاری اور شروح بخاری پر کامل دسترس حاصل ہو ۔

بہرحال ان دونوں جلدوں کو پڑھ کر ایک مبتدی بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ علامہ مرحوم نے ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر کی تشریح میں علم کے دریا بہا دیئے ہیں۔ صرف اس مسئلہ پر کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کا آغاز تذکرہ وحی سے کیوں کیا ہے ؟ فاضل شارح نے ۱۰ صفحات پر مشتمل ایسے ایسے دلائل دیئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے نیز کتاب الوحی کے پہلے باب ''کیف کان بدء الوحیٰ'' کی چھ حدیثوں میں ایسے ایسے اسرار و رموز، نکات و لطائف ، مصادر و حوالہ جات درج کئے ہیں کہ ۱۳۰ صفحات پر پھیلے ہوئے یہ موتی اور جواہر دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ ان میں قرآنی آیات بھی ہیں، حدیث کے فرامین بھی ، مفسرین کی توضیحات بھی ہیں اور شارحین کی تشریحات بھی ۔ لغت کے مباحث بھی ہیں اور اعتراضات کے جواب بھی ۔ صوفیاء ، علماء اور اساتذہ کی آراء بھی ہیں اور شرع متین کے اسرار و حکم بھی ۔ اختلاف شرائع اور وحدت ادیان کے مباحث بھی ہیں اور آیات و احادیث کی مشابہتوں اور اختلافات کے لطیف رموز بھی انبیاء کرام کے قصص و واقعات سے استدلال بھی ہے اور شافعیہ و حنفیہ کے اختلافات پر جامع تبصرہ بھی ۔ اصول حدیث کی باریک بینیاں بھی ہیں اور سیرت طیبہ کی لطف آفرینیاں بھی، کہیں امام غزالی، مجدد الف ثانیؒ امام شاطبی، ابن خلدون، شیخ اکبر اور علامہ سیوطی کے نظریات پر گفتگو ہو رہی ہے تو کہیں حضرت شاہ ولی اللہ ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور علامہ انور شاہ کاشمیری کے فرمودات کے حوالے دیئے جا رہے ہیں بہرحال صرف ایک باب کی چھ حدیثوں میں قرآن ، حدیث ، فقہ ،تفسیر ، تاریخ ، فلسفہ ، کلام ،منطق ،تصوف، لغت ، اصول حدیث، اصول فقہ، ادیان و مذاہب غرضیکہ کوئی علم ایسا نہیں رہا جس سے استفادہ نہ کیا گیا ہو[۳۸] بس دونوں جلدوں کی یہی صورت حال ہے۔

انداز بیان شگفتہ مربوط اور زبان سہل، تراکیب و اصطلاحات قابل فہم ہیں۔ امثال و نظائر سے

جابجا توضیح مستزاد ہے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے ۔ حب رسول کا بیان کرتے ہوئے محبت کی ۵ اقسام بیان فرمائی ہیں اور ہر ایک کی وضاحت بھی کی ہے ۔ اور عجیب و غریب مثالیں بھی پیش کی ہیں مثلاً انہوں نے محبت کی ایک قسم کا نام ''حب احسانی'' رکھا ہے اور اس کی تشریح فرماتے ہوئے ایک تاریخی واقعہ بھی بطور مثال پیش فرمایا ہے ۔ فرماتے ہیں۔

''کبھی منشاء میل و محبت محسن کا احسان ہوتا ہے کیونکہ الانسان عبدالاحسان ، یہ تجربہ کی بات ہے کہ اسباب محبت میں سے احسان ایک اہم سبب ہے ، چنانچہ خلیفہ مامون الرشید اور ان کے وزیر جعفر برمکی کا واقعہ ہے کہ وزیر بہت ہی دانا اور عقلمند تھا ۔ بادشاہ نے ایک روز وزیر سے کہا کہ تم کو جو مانگنا ہو مانگو میں دوں گا۔ وزیر نے کہا کہ حضرت میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ آپ میرے لڑکے سے محبت کرنے لگیں۔ بادشاہ نے تعجب سے کہا کہ یہ بات تو تم نے عقلمندی کی نہیں کی ۔ کیا محبت کوئی اختیاری چیز ہے کہ میں تمہارے لڑکے سے محبت کرنے لگوں ۔ وزیر نے کہا کہ منشا و سبب اس کا اختیاری ہو سکتا ہے آپ میرے لڑکے پر احسانات کرتے رہیں۔ لامحالہ اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو گی اور وہ آپ سے محبت کرے گا تو پھر آپ کے دل میں بھی اسکی جگہ پیدا ہو گی ۔ اس عقلمندی پر مامون بہت خوش ہوا ۔ الغرض احسان و ہمدردی باعث و منشاء ہوتا ہے میلان قلب اور محبت کا ۔ اور چونکہ احسان و ہمدردی کرنا ایک اختیاری فعل ہے اس لیے یہ محبت بھی اختیاری ہو گی ۔ آسانی کیلئے اس کا نام ''حب احسانی ، رکھ لو''۔(۳۹)

درج بالا اقتباس سے جہاں علامہ مرحوم کی جودت طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہاں ذہنی اختراع اور برمحل تشریح کی صلاحیت کا پتہ بھی چلتا ہے ۔ تاریخی واقعات کا شعور بھی جھلکتا ہے اور لیکچر کے انداز تکلم کی اثر آفرینی بھی مترشح ہوتی ہے۔ فضل الباری میں بے تحاشا تشریحات اور امثال و نظائر و واقعات کا جابجا تذکرہ غالبًا اس لئے بھی ملتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ تحریر نہیں بلکہ تقریر ہے اور تقریر بھی کسی جلسے کی نہیں بلکہ حدیث کے لیکچرز ہیں اور سامنے شاگرد بھی معمولی درجہ کے نہیں، کہیں ادریس کاندھلوی بیٹھے ہوں گے تو کہیں عزیز الرحمٰن۔ کہیں مفتی شفیع ہوں گے تو کہیں مناظر احسن گیلانی۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں فضل الباری کے لیکچرز مدون ہوئے۔ ہر صفحہ ''کرشمہ دامن دل می کنند کہ جا اینجاست ، کی تصویر ہے۔ فضل الباری اگر تحریر ہوتی تو شاید اس قدر دلچسپی اور اثر آفرینی کی حامل نہ ہوتی ۔ یہ بھی شاید منشائے ایزدی ہی تھا کہ اہل علم اور عوام الناس سے یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ علامہ عثمانیؒ مرحوم ''درس حدیث'' میں کیا مقام رکھتے تھے اور بطور مدرس کتنے اثر آفریں لیکچرز عطا فرماتے تھے ۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر بڑا عالم کامیاب اُستاد اور مؤثر مقرر بھی ہو۔

مفسر قرآن ، مصنف فتح الملہم اور شارح بخاری علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پر گفتگو ناتمام ہے تاہم اس مضمون میں اتنی ہی گنجائش تھی ۔ اختتام دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم کی اس تحریر پر کیا جا رہا ہے جو علامہ عثمانیؒ اور ان کی خدمات پر ایک جامع تبصرہ ہے۔ ''علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مرحوم بھی علماء دیوبند کے اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث کی بے مثال خدمت درس و تدریس ، شرح وتفسیر اور وعظ و ارشاد کی شکل میں انجام دی ۔ ترجمہ شیخ الہند پر ان کے حواشی اور صحیح مسلم کی فقید المثال شرح فتح الملہم، عرب وعجم سے خراج تحسین پا چکے ہیں۔ فضل الباری حضرت عثمانیؒ کی تصنیف نہیں بلکہ درسی تقریر اور امالی بخاری شریف کا مجموعہ ہے جسے علامہ مرحوم کے ایک شاگرد نے درس بخاری کے دوران قلمبند کیا اور پھر صاحب تقریر نے نظرثانی بھی فرمائی ۔ علامہ مرحوم نے نہ صرف نظرثانی کی بلکہ اضافے بھی کئے اور حوالوں کیلئے کتب مراجعت کی نشاندہی بھی فرمائی...... حدیث کی شرح و توضیح میں علامہ مرحوم کا خاص انداز ہے ۔ کلام و عقائد کے اختلافی مباحث کی تحقیق میں مکمل استقصاء اور پھر حتی الامکان اختلافات ختم یا کم کرانے والی توجیہات، ہر اہم مسئلہ میں علماء تحقیق کے معرکتہ الاراء نظریات و آراء کے اقتباسات یا تلخیص ، اسرار شریعت کی نشاندہی ، راویان حدیث کے مختصر حالات اور پھر ان کی جرح و تعدیل ، اسنادی مباحث سے تعرض ، غریب الحدیث کاحل ، مذہب احناف کی مکمل تحقیق و ترجیح اور ان سب باتوں کے علاوہ اپنے اکابر اساتذہ کی عجیب و غریب تحقیقات اور شبہات قدیمہ کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے نئے مسائل اور شبہات کی روشنی میں ہر قسم کے شبہات کا قلع قمع اور دلائل نقلیہ کے ساتھ عقلی شواہد جسے عقل اور وجدان سلیم خود بخود قبول کر سکیں اور یہ سب کچھ بیان و توضیح کے اس خاص ملکہ کے ساتھ جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا''۔ (۴۰)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ رکنیت دستور ساز اسمبلی، قرار داد مقاصد کی تیاری و منظوری ، قائداعظم کی نماز جنازہ ، سلہٹ اور سرحد میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تحریک پاکستان کیلئے دن رات ایک کر دینا اور پھر پاکستان کیلئے دن رات ایک کر دینا اور پھر پاکستان کا شیخ الاسلام (یہ اعزاز بعد میں آج تک کسی کو نہیں ملا) مقرر ہونا ہی اس بات کا گواہ ہے کہ پاکستان کے ہر پیر و جواں کو علامہ صاحب سے کماحقہ واقفیت ہونی چاہیے۔ تحریک پاکستان میں آپ کا کردار بہت نمایاں ہے۔

۲۔ تفصیلات کیلئے دیکھیئے سید عبدالصمد پیرزادہ کا مضمون ''علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور تحریک پاکستان (۱۹۴۰ء ۔ ۱۹۴۷ء) مطبوعہ سہ ماہی فکر ونظر ، اپریل۔ جون ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقات اسلامی ۔ اسلام آباد

۳۔ عبدالرشید ارشد ، ''بیس بڑے مسلمان'' مکتب رشیدیہ لاہور ، ۱۹۹۴ء ، ص ۵۴۵

۴۔ ایضاً ۔۔۔ص ۵۵۱

۵۔ حکیم آفتاب احمد قرشی ''شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ '' مطبوعہ اردو ڈائجسٹ آزادی نمبر ۱۹۹۶ء ص ۱۰۱

۶۔ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی ، ''تجلیات عثمانیؒ '' ادارہ نشر المعارف، ملتان ، ۱۹۵۷ء ، ص ۱۵

۷۔ روداد موتمر الانصار۔ مراد آباد (سوانح شیخ الاسلام ۔فضل الباری جلد اول ص ۳۸) (یہ واقعہ جمیعۃ الانصار دیوبند کی ایک نصابی کمیٹی کا ہے جس میں دارالعلوم کے نصاب کی اصلاح اور مولانا محمد قاسم کی کتابیں پڑھانے کا ایجنڈا زیر غور تھا ۔ مولانا تھانوی اس مجلس کے سرپرست تھے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علامہ عثمانیؒ مدرسہ فتح پوری، دہلی کے صدر مدرس تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی جمیعۃ الانصار کے ناظم تھے انہوں نے ہی رو داد میں یہ واقعہ تحریر فرمایا)

۸۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ، ''اکابر علماء دیوبند'' ، لاہور ۔ کراچی (ادارہ اسلامیات) جنوری ۱۹۹۹ء ، ص ۱۰۴

۹۔ ''تالیفات عثمانیؒ '' کے نام سے گیارہ مقالات کا مجموعہ ادارہ اسلامیات، لاہور نے صفر ۱۴۱۱ھ ستمبر ۱۹۹۰ ء میں شائع کیا ہے۔ اگرچہ اس مجموعہ میں مختلف موضوعات مثلاً ''اسلام کے بنیادی عقائد''۔''اسلام اور معجزات'' ۔ ''اعجاز القرآن''۔ ''الروح فی القرآن'' ''المعراج فی القرآن'' ۔''العقل و النقل'' ۔ ''ھدیہ سنیہ'' ۔تحقیق ' تحقیق ' الخطبہ' ''سجود الشمس'' ''مسئلہ تقدیر'' اور ''الشہاب لرجم الخاطف المرتاب'' شامل ہیں جنہیں ۵۶۸ صفحات میں یکجا شائع کیا گیا ہے۔ مگر ٹائٹل پر علامہ صاحب کے نام کے ساتھ جو لاحقہ درج ہے وہ ''محدث دارالعلوم دیوبند'' ان کے علاوہ بھی مولانا کے کئی مضامین دیگر رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔

۱۰۔ ''خطبات و مکتوبات عثمانیؒ ،، کے نام سے ادارہ دارالشعور، لاہور نے ۲۷۲ صفحات پر شائع کیا ہے مرتب ہیں ابوحمزہ قاسمی اور سن اشاعت ہے جون ۱۹۹۹ء ۔ اس میں مرتب نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب ''پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی '' کی تصانیف کی خوشہ چینی سے مرتب کی ہے ۔ اس مجموعہ میں مولانا کے ۱۱ خطبات ، ۴ بیانات اور ۱۶ سیاسی مکتوبات شامل ہیں۔

۱۱۔ مولانا عثمانیؒ کے ہم عصر رفقاء ، نقاد اور سوانح نگاروں نے مولانا کی ہمہ جہت شخصیت کا تذکرہ کیا ہے ۔ مثلاً علامہ انور شاہ نے کہا ۔'' علامہ عصر خود مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانیؒ محدث ومفسر ومتکلم ایں عصر اند'' (تقریظ فتح الملہم آپ کے انتقال پرمفتی کفایت اللہ نے مدرسہ امینیہ کے تعزیتی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''مولانا مرحوم وقت کے بڑے عالم ، پاکباز محدث ، محدث ، مفسر اور خوش بیان مقرر تھے (اخبار الجمعۃ دہلی ، ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء) پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ''موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے ایک تبحر عالم ، ایک متقی انسان اور ایک سچے مسلمان کو جدا کر دیا اور ہمیں اسلامی معاشرے کی تنظیم وتشکیل میں ان کے گرانقدر مشوروں سے محروم کر دیا۔ اس وقت درماندہ انسانیت کو رہنمائی اور قیادت کیلئے ان کی سخت ضرورت تھی مولانا مرحوم کی شخصیت علم اور وسیع النظری کا مجموعہ تھی۔'' (زمیندار ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء) مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا کی وفات پر اپنے اخبار صدق ،

میں تحریر فرمایا ''استاذ العلماء علامہ شبیر اور عثمانیؒ شارح صحیح مسلم و مفسر قرآن کا علم آج سارے عالم اسلامی کا غم ہے تھانوی کے بعد علامہ عثمانیؒ کی ذات اب اپنے رنگ میں فرد رہ گئی تھی۔ اپنے وقت کے زبردست متکلم ، نہایت خوش تقریر ، واعظ ، محدث ، مفسر ، متکلم سب ہی کچھ تھے۔،، (صدق، لکھنو دسمبر۱۹۴۹ء)

۱۲۔ پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی ، تجلیات عثمانیؒ ، ص ۲۰۶

۱۳۔ تجلیات عثمانیؒ کے فاضل مصنف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ علامہ عثمانیؒ ۱۳۲۶ء ہی سے تدریس حدیث سے وابستہ تھے کافی حوالے دیئے ہیں تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دورانیہ یعنی ۱۳۲۶ ء (شیخ الہند کی روانگی حج) تک آپ باقاعدہ درس حدیث سے وابستہ نہ تھے بلکہ کبھی کبھار حدیث کی کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے گے۔ شیخ الہند کی روانگی کے بعد البتہ آپ مستقل طور پر مسلم شریف پڑھانے لگے۔

۱۴۔ مولانا محمد یحیی صدیقی ''فضل الباری کا منظر اور پس منظر'' آغاز فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری جلد اول الرابطہ العلمیہ کراچی نومبر۱۹۷۳ء ، ص ۲۲

۱۵۔ پروفیسر مولانا محمد اشرف (صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج، پشاور)، دیوبندی مدرسہ فکر ، مطبوعہ ماہنامہ الرشید، لاہور کا دارالعلوم دیوبند نمبر ، مرتبہ عبدالرشید ارشد جلد ۴ ، شمارہ ۲ ، ۳ فروری مارچ ۱۹۷۶ء ، ص ۱۸۰ (محمد فواد الباقی، مفتاح کنوز السنۃ ، قاہرہ ، ۱۹۳۴ء مقدمہ)

۱۶۔ مولانا محمد میاں نے آپ کی تفسیری خدمات کی وجہ سے آپ کو ''مفسر اعظم'' کا خطاب دیا جبکہ مفتی اللہ آپ کو آپ کے مقام حدیث کی وجہ سے ''محدث پاکباز'' کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے ۔ جبکہ فضل الباری شرح صحیح بخاری میں ''محدث یگانہ'' کے لقب سے آپ کو ملقب کیا گیا ہے ویسے آپ کے دیگر خطابات اور القاب میں شیخ الاسلام ۔ علامہ عصر ۔ قاسم ثانی ، متکلم عصر و خطیب امت اور محقق روزگار وغیرہ جیسے بہت سے اعزاز شامل ہیں ۔

۱۷۔ علامہ زاہد الکوثری استنبول (ترکی) کے رہنے والے ممتاز عالم دین تھے اور خلافت عثمانیؒ ہ کے آخری دور میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے مصطفیٰ کمال کے انقلاب کے نتیجے میں آپ کو پہلے سزائے موت دی گئی جو بعد ازاں تا حیات جلاوطنی میں بدل دی گئی چنانچہ آپ قاہرہ مصر، میں مقیم ہو گئے اور بقیہ زندگی مصر ہی میں گذاری۔

۱۸۔ الشیخ محمد زاهد الکوثری (المتوفی ۱۳۷۱ھ) ''مقالات الکوثری'' (عربی) ، کراچی (ادب منزل پاکستان چوک) یبعۃ الدولیٰ ۱۳۷۲ھ ، ص ۸۲

۱۹۔ فتح الملہم جلد ۳

۲۰۔ صدق لکھنو ، دسمبر ۱۹۴۹ء ۲۱۔ معارف اعظم گڑھ (دارالمصنفین) اپریل ۱۹۵۰ء

۲۲۔ ایضاً ص ۳۰۸

۲۳۔ مفتی محمد رفیع عثمانیؒ ، درس مسلم (افادات)، مکتبہ نعمانیہ کراچی ص ۹۴

۲۴۔ پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن کاشمیری ، وتبصرہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، (غیر مطبوعہ)

۲۵۔ پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی ، تجلیات عثمانیؒ ، ص ۲۰۹ ، ۲۱۲ ۔ ۲۱۳

۲۶۔ ناشر نے یہ خصوصیات فتح الملہم کے ٹائیٹل کے بعد آغاز ہی میں درج کر دی ہیں۔ پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی سے ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ جلیات عثمانیؒ میں ص ۲۲۴ سے ص ۲۲۴ تک یہ تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں ۔

۲۷۔ جسٹس مفتی محمد تقی عثمانیؒ ، اکابر دیوبند کیا تھے ؟ ادارہ المعارف، کراچی ، ۲۰۰۰ ، ص ۷۸

۲۸۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی ، فضل الباری کا منظر اور پس منظر ، ص ۲۲

۲۹۔ مولانا محمد یوسف بنوری ، تبصرہ ، فضل الباری ، جلد اول ص ۳۲

۳۰۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی ، فضل الباری کا منظر اور پس منظر ، ص ۲۲ ، ۲۳

۳۱۔ مولانا قاضی عبدالرحمٰن مرتب فضل الباری کے مختصر حالات اور تعارف پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی نے فضل الباری کی جلد اول میں تحریر کئے ہیں المختصر دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔ آپ عارف باللہ مولوی نورحسین کے فرزند تھے ۔ بقول پروفیسر شیرکوٹی ”فن حدیث سے متعلق یہ تحقیقی کام ان کے مقام حدیث وتفسیر اور علوم عقلیہ و نقلیہ سے گہری وابستگی کی نشاندہی کر رہا ہے“ فضل الباری کی جلد اول و دوم کی تمام تقاریظ اور آراء میں تمام اہل علم سے قاضی صاحب کو اس کام پر خراج تحسین پیش کیا ہے ۔

۳۲۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، فضل الباری (حرف آغاز از قاضی عبدالرحمٰن) جلد اول ص ۲۰

۳۳۔ ایضاً (علماء کرام کی آراء) ج اول ص ۲۵

۳۴۔ ایضاً (جذبات منظوم ۔ ماہر القادری مدیر ماہنامہ فاران ج اول) ص ۲۷

۳۵۔ ایضاً (علماء کرام کی آراء) ج اول، ص ۳۲۔

۳۶۔ ایضاً ج اول ص ۳۴ ۔ ۳۵

۳۷۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، فضل الباری جلد ثانی الرابطۃ العلمیہ کراچی ، ۱۹۷۵ ء ناشر ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ، صفحہ ز

۳۸۔ تفصیلات کیلئے دیکھئے جلد اول صفحہ ۱۱۵ تا ۲۳۳ (کتاب الوحی باب نمبر ۱)

۳۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، فضل الباری ، جلد اول ص ۳۳۷ (باب حب الرسول من الایمان)

۴۰۔ ایضاً (تاثرات مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک) ص ر